جبری طلاق واقع نہیں ہوتی

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی رسولہ الأمین، أما بعد:

طلاق مکرَہ یعنی جبری طلاق کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ کسی شخص کو اسلحے وغیرہ کے زور پر پکڑ لیں، قتل اور مار کٹائی کی دھمکی دیں اور پھر جبر، زور، ظلم وزیادتی کے ذریعے سے اس بیچارے مجبور ومقہور کو حکم دیں کہ ابھی ہمارے سامنے اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور وہ بیچارہ مجبور ومقہور شخص موت یا پٹائی کے خوف سے مجبور ہو کر اس حالتِ اضطرار میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے، حالانکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہ ہو۔

شریعت اسلامیہ میں ایسی جبری طلاق ہرگز واقع نہیں ہوتی، لیکن حنفیہ و دیوبندیہ و بریلویہ تینوں فرقوں کا یہ موقف ہے کہ جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔!

ایک شخص نے محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب سے سوال پوچھا: ''طلاقِ مکرَہ کے بارے میں زید کہتا ہے کہ واقع نہیں ہوتی، اور دلیل میں مشکوٰۃ کی حدیث: '' **لا طلاق و لا عتاق فی اغلاق** '' (سنن ابی داود ج ا ص ۳۰۵ طبع مکتبہ حقانیہ ملتان) پیش کرتا ہے جبکہ حنفیوں کے نزدیک طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا حنفیوں کی کون سی حدیث سے دلیل ہے؟''

اس سوال کا جواب مسئول مذکور (تقی عثمانی) نے درج ذیل الفاظ میں لکھا:

''حنفیہ کے نزدیک طلاق مکرَہ واقع ہو جاتی ہے، حنفیہ کے دلائل درج ذیل ہیں:۔

الف: قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلاث جدھن جد و ھزلھن جد النکاح و الطلاق و الرجعۃ ...'' (فتاویٰ عثمانی جلد دوم ص ۳۲۳۔۳۲۵)

تقی عثمانی صاحب نے اپنے مذکورہ فتوے میں جو ''دلائل'' یعنی شبہات پیش کئے ہیں، ان پر علی الترتیب تبصرہ اور رَد درج ذیل ہے:

۱: رسول اللہ ﷺ کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کا مفہوم درج ذیل ہے:

" تین اشیاء ایسی ہیں اگر ان کو جان بوجھ کر یا ہنسی مذاق میں کرے (تو بھی) وہ درست ہو جائیں گی: (۱) نکاح، (۲) طلاق، (۳) رجعت."

(سنن ابی داود مترجم ج ۲ص ۱۹۷ ح ۲۱۹۴، ترجمہ خورشید حسن قاسمی رفیق دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)

حدیث کا ترجمہ ومفہوم آپ نے پڑھ لیا، اس روایت میں جبری طلاق کا نام ونشان نہیں ہے، بلکہ صرف دو باتوں کا ذکر ہے:

(۱) جان بوجھ کر طلاق دینا۔ (۲) ہنسی مذاق میں طلاق دینا۔

جبری طلاق نہ تو جان بوجھ کر اپنی مرضی سے دی جاتی ہے اور نہ یہ ہنسی مذاق ہے، لہٰذا اس حدیث کو بے موقع و بے محل پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق سلف صالحین اور غیر جانبدار فقہائے محدثین نے اس حدیث سے جبری طلاق واقع ہونے کا مسئلہ ثابت نہیں کیا، لہٰذا محدثین کے خلاف صرف طحاوی کا استدلال ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

امام بغوی نے فرمایا:" **اتفق أهل العلم على أن الطلاق الهازل يقع ... و اتفق أهل العلم علىٰ ان طلاق الصبي و المجنون لا يقع** " اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ ہنسی مذاق میں طلاق دینے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے...اور اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ چھوٹے بچے اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شرح السنہ ج ۹ص ۲۲۰ تحت ح ۲۳۵۶)

جب بعض لوگوں نے ہنسی مذاق والی طلاق پر قیاس کر کے جبری طلاق کو واقع قرار دیا تو امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا:" **وهذا قياس باطل** " اور یہ قیاس باطل ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن یعنی تفسیر قرطبی ج ۱۰ص ۱۸۴)

تنبیہ: روایتِ مذکورہ کے راوی عبدالرحمٰن بن حبیب بن اردک کو نسائی نے منکر الحدیث، حافظ ذہبی نے " **صدوق فيه لين** " اور حافظ ابن حجر نے " **لين الحديث** " کہا، جبکہ ابن حبان، ترمذی بتحسین حدیثہ اور حاکم نے بذریعہ تصحیح ثقہ وصدوق قرار دیا، لہٰذا جمہور کو ترجیح کے اصول سے یہ سند حسن ہے۔

۲: " عن عمر قال : أربع واجبات علىٰ كل من تكلم بهنّ العتاق والطلاق

و النكاح و النذر ." بحوالہ احکام القرآن للجصاص (فتاویٰ عثمانی ۲/۳۲۴)

یہ روایت احکام القرآن للجصاص المعتزلی (ج ۲ ص ۹۹) میں بغیر سند ہے اور جصاص سے ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے اپنی اعلاء السنن (ج ۱۱ ص ۱۷۹) میں نقل کر رکھی ہے۔

امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۶/۵۰۲ ت ۳۱۱۶) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ

"أربع مقفلات (صح) النذر و الطلاق و العتق و النكاح ."

اور اسے بیہقی نے امام بخاری کی سند سے روایت کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۴۱)

اس کی سند میں محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف و مردود ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " أربع جائزات على كل أحد : العتاق و الطلاق و النذور و النكاح ."

(سنن سعید بن منصور ۱/۳۷۱ ح ۱۶۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۱۰۵ ح ۱۸۳۹۷)

اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے اور سند عن سے ہے، لہٰذا ضعیف و مردود ہے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " ثلاث اللاعب فيهن و الجادّ سواء : الطلاق و الصدقة و العتاقة ، قال عبد الكريم و قال طلق بن حبيب : و الهدي و النذر " (مصنف عبدالرزاق ۶/۱۳۳ ح ۱۰۲۴۸، درمنثور ۱/۲۸۶، اعلاء السنن ۱۱/۱۷۹)

اس روایت کی سند میں ابوامیہ عبدالکریم بن ابی المخارق ضعیف ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۴۱۵۶)

جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ یہ سب روایتیں ضعیف و مردود ہیں، لیکن ظفر احمد تھانوی نے اپنی دیوبندیت بچانے کے لئے یہ لکھ دیا: " و هذه طرق يقوي بعضها بعضًا "

اور یہ سندیں ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ (اعلاء السنن ۱۱/۱۷۹)

تھانوی مذکور کا یہ دعویٰ سراسر غلط ہے اور مجھے الشیخ الصدوق عبدالاول بن حماد بن محمد

الانصاری المدنی نے بذریعۂ کتاب خبر دی، کہا: میں نے اپنے والد (شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ) کوفرماتے ہوئے سنا: "إن كتاب " اعلاء السنن " ملئ بالموضوعات و أغلب أدلته أحاديث كذب أو ضعيفة ." بے شک کتاب: اعلاء السنن موضوع روایات سے بھری ہوئی ہے اور اس کی عام دلیلیں جھوٹی یا ضعیف روایات ہیں۔

(دیکھئے المجموع فی ترجمۃ حماد الانصاری ج ۲ص ۲۶ ۷ فقرہ: ۱۲۹)

شیخ عداب محمود الحمش نے اعلاء السنن کے بارے میں فرمایا: " و في هذا الكتاب بلايا و طامات مخجلة !" اور اس کتاب میں مصیبتیں اور رسوا کن تباہیاں ہیں۔

(حاشیہ رواۃ الحدیث الذین سکت علیہم ائمۃ الجرح والتعدیل بین التوثیق والتجہیل ص ۲۷)

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ سب روایات جبری طلاق کے موضوع سے غیر متعلق ہیں، کیونکہ ان میں طلاق المکرَہ کا ذکر تک نہیں ہے اور موضوعات کی ترویج دینے والے لوگوں کا تحریفات کے ذریعے سے خود ساختہ مفہوم تراشنا علمی میدان میں ناقابلِ قبول اور مردود ہوتا ہے۔

۳: بحوالہ محمد بن الحسن الشیبانی (یعنی ابن فرقد) اور عقیلی صفوان بن عمران الطائی سے روایت ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا تھا تو اس کی بیوی ایک چھری لے کر اس کے سینے پر چڑھ گئی اور کہا: مجھے تین طلاق دے دو، ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی۔ پھر اس نے طلاق دے دی اور بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ نے فرمایا: " لا قيلولة في الطلاق "

(دیکھئے مرقاۃ المفاتیح ۶/ ۳۸۸)

یہ روایت کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی (۲/ ۲۱۱، دوسرا نسخہ ۲/ ۵۹۶۔ ۵۹۷، تیسرا نسخہ ۳/ ۱۲۶۔ ۱۲۷) سنن سعید بن منصور (۱/ ۲۷۵۔ ۲۷۶ ح ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱) اور العلل لابن الجوزی (۲/ ۱۵۹ ح ۱۰۷۴) وغیرہ میں موجود ہے اور اس کی سند دو وجہ سے سخت ضعیف ہے:

(۱) صفوان الاصم الطائی بذاتِ خود ضعیف ہے۔ اسے امام بخاری (تحفۃ الاقویاء: ۱۷۲) اور عقیلی وغیرہم نے ضعفاء میں شمار کیا ہے، بلکہ امام بخاری نے فرمایا: " حديثه منكر "

اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہے۔ (کتاب الضعفاء ص ۵۶)

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: " **یکتب حدیثه ولیس بالقوي** " اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور وہ القوی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۴/۴۲۲ ت ۱۸۵۱)

نیز انھوں نے طلاق مکرہ کے بارے میں اس کی روایت کو منکر قرار دیا۔ (ایضاً ص ۴۲۲)

ابن حزم نے کہا: " **وصفوان منكر الحديث** " (المحلی ۱۰/۲۰۳ مسئلہ: ۱۹۶۶)

(۲) غاز بن جبلہ مجروح راوی ہے، اسے بخاری نے ضعفاء میں ذکر کر کے فرمایا کہ طلاق مکرہ کے بارے میں اس کی حدیث منکر ہے۔ (رقم ۳۰۵)

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: " **هو منكر الحديث** " وہ منکر الحدیث ہے۔ الخ

(کتاب الجرح والتعدیل ۷/ ۵۹ ت ۳۳۷)

بہت سے علماء مثلاً امام بخاری، ابوحاتم الرازی اور ابن الجوزی وغیرہم نے اس روایت کو منکر وغیر صحیح قرار دیا ہے۔

ابن حزم نے کہا: غازی بن جبلہ مغموز (یعنی مجروح) ہے۔ (المحلی ۱۰/۲۰۳ مسئلہ: ۱۹۶۶)

تقی صاحب نے یہ عجیب وغریب بات لکھ دی ہے کہ "اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "اعلاء السنن" ج ۱۱ ص: ۱۲۵ میں اس بات پر دلائل دیئے ہیں کہ یہ حدیث سنداً قابلِ استدلال ہے۔" (فتاویٰ عثمانی ج ۲ ص ۳۲۴)

عرض ہے کہ "اعلاء السنن" نامی کتاب (۱۱/ ۱۷۷) کے مذکورہ صفحے پر کسی قسم کے دلائل نہیں بلکہ الفاظ کی شعبدہ بازی ہے اور آخر میں بغیر دلیل کے اسے " **صالح للاحتجاج** " لکھ دیا گیا ہے۔ تقی صاحب یا ان کے متبعین ہمت کریں اور درج ذیل دونوں راویوں کی جمہور محدثین سے توثیق ثابت کر دیں:

(۱) الغاز بن جبلہ (۲) صفوان الاصم الطائی

اور اگر ثابت نہ کر سکیں تو پھر یہ روایت ضعیف ومردود ہی ہے اور نا قابلِ احتجاج ہے یعنی اس سے حجت پکڑنا ناجائز ہے۔

۴: ''مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ مکرَہ کی طلاق کو واقع قرار دیتے تھے، اور یہی مذہب....''

عرض ہے کہ یہ روایت ''طلاق المکرَہ جائز'' کے الفاظ سے مروی ہے اور اس کے راوی ایوب السختیانی البصری (ولادت ۶۶ھ) کی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (وفات ۷۴ھ) سے ملاقات ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

فائدہ: طحاوی حنفی کی ایک عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام) ابوحنیفہ منقطع کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھئے شرح معانی الآثار (طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ج ۲ ص ۱۶۴، باب الرجل یسلم فی دارالحرب وعندہ اکثر من اربع نسوۃ)

باقی رہے تابعین کے آثار تو ان کے صحیح ہونے میں بھی نظر ہے اور قرآن، حدیث و آثارِ صحابہ کے بعد تابعین کے مختلف فیہ و باہمی متعارض آثار کی کیا ضرورت ہے؟!

۵: تقی صاحب نے لکھا ہے: ''اور اگر بالفرض ''اکراہ'' ہی کے معنی میں لئے جائیں تو مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت سے اس کا منسوخ ہونا سمجھ میں آتا ہے، اور وہ روایت یہ ہے: ''عن سعید بن جبیر أنه بلغه قول الحسن لیس طلاق المکره بشيءٍ ..''

(فتاویٰ عثمانی ج ۲ ص ۳۲۵)

عرض ہے کہ اس کی سند میں معتمر بن سلیمان التیمی کے والد سلیمان التیمی مدلس تھے اور سماع کی تصریح نہیں ہے، لہٰذا ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف روایت سے منسوخیت ثابت کرنا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

مذکورہ فتوے پر مختصر و جامع تبصرہ ختم ہوا اور اب وہ دلائل پیشِ خدمت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی:

۱) قرآن مجید کی ایک آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کافر لوگ پکڑ لیں اور طاقت کے ذریعے سے کفر کہنے پر مجبور کر دیں تو وہ شخص کافر نہیں ہوتا۔ (دیکھئے سورۃ النحل: ۱۰۶)

مفسرِ قرآن امام ابوعبداللہ القرطبی نے اس آیت سے اکیس (۲۱) مسئلے نکالے، جن

میں سے ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی اوران کے ساتھیوں نے فرمایا: '' **لا يلزمه شيءٌ** ''
اس پر (جبری طلاق میں سے) کوئی چیز بھی لازم نہیں ہوتی۔ (تفسیر قرطبی ۱۰/۱۸۴)

بلکہ قرطبی اوران سے پہلے قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی نے جبری طلاق کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب قیاس کو باطل (**و هذا قياس باطل**) قرار دیا۔

(ایضاً ص ۱۸۴، احکام القرآن لابن العربی المالکی ج ۳ ص ۱۱۸۱)

مشہور تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' **الشرك أعظم من الطلاق** '' شرک طلاق سے بڑا ہے۔ (سنن سعید بن منصور ۱/ ۲۷۸ ح ۱۱۴۲، وسندہ صحیح وصححہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ۹/ ۳۹۰ تحت ح ۵۲۶۹۔۵۲۷۲)

جب حالتِ اکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا تو اسی طرح حالتِ اکراہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

۲) ثابت بن عیاض بن احنف رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) کے اپنے بیان کردہ واقعے سے ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جبری طلاق نہیں ہوتی۔ (دیکھئے موطأ امام مالک روایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۱/ ۵۸۷ ح ۱۲۸۰، وسندہ صحیح ولہ طریق آخر صحیح فی السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۳۵۸ وسندہ صحیح)

۳) تابعین کرام میں جبری طلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ جبری طلاق کو کچھ چیز نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور ۱/ ۲۷۷ ح ۱۱۴۱، وسندہ صحیح ولہ شاہد صحیح فی مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۴۹ ح ۱۸۰۲۸)

امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی جبری طلاق کے قائل نہیں تھے۔

دیکھئے سنن سعید بن منصور (۱/ ۲۷۶ ح ۱۱۳۲، وسندہ حسن)

تابعین میں سے امام عامر الشعبی رحمہ اللہ بادشاہ کی طرف سے جبری طلاق کو جائز اور چوروں ڈاکوؤں کی طرف سے جبری طلاق کو ناجائز سمجھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۱۳۶، وسندہ صحیح، ۱۱۳۷، وسندہ صحیح)

یعنی وہ بھی حنفیہ کی مروجہ جبری طلاق کے واقع ہونے کے قائل نہیں تھے اور حافظ ابن حجر نے فرمایا: " **و ذهب الجمهور إلى عدم اعتبار مايقع فيه** " اور جمہور کے نزدیک (بادشاہ ہو یا چور ڈاکو) جبری طلاق واقع ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(فتح الباری ۹/ ۳۹۰ طبع دار المعرفۃ)

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکرہ یعنی مجبور کی طلاق نہیں ہوتی۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۱۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۳۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۳۳۰)

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن طلحہ الخزاعی ہیں جنھیں درج ذیل علماء نے ثقہ وصدوق وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) ابن حبان

(۲) بخاری علق لہ فی صحیحہ

(۳) ابن القیم (صحح لہ فی اعلام الموقعین ۳/ ۳۸)

(۴) عینی (صحح لہ فی عمدۃ القاری ۲۰/ ۲۵۲)

(۵) ابن حزم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ ابن عباس سے ثابت ہے۔

(المحلی ۱۰/ ۲۰۴ مسئلہ: ۱۹۶۶)

ابن حجر العسقلانی سکت علی حدیثه في فتح الباري .

(و سكوته ليس بشيءٍ عندنا و لكنه حجة عند الديوبندية!)

یاد رہے کہ امام عجلی سے اس راوی کی توثیق ثابت نہیں، لیکن سیدنا ابن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہما کے آثار (جن کا کوئی صحابی مخالف نہیں) سے ثابت ہوا کہ جبری طلاق کے واقع نہ ہونے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔

٤) امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور بہت سے اماموں کا یہ مسلک ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ (مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ ۳۳/ ۱۱۰)

امام بخاری وغیرہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہلِ مدینہ پر (جعفر بن سلیمان بن علی) الہاشمی حکمران تھا، پھر اس نے (امام) مالک کو بلایا اور کہا: ''تم وہ ہو جو اِکراہ (طلاق مکرہ کے واقع نہ ہونے) اور بیعت کے باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہو؟!

پھر اس نے آپ کی ننگی پیٹھ پر سو کوڑے لگوائے، حتیٰ کہ آپ کا کندھا اُتر گیا اور آپ خود اپنے ہاتھ سے اپنے بٹن بند نہیں کر سکتے تھے۔ (آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۱۵۶، وسندہ صحیح)

۵) حافظ ابن حزم نے اہل الرائے کے باطل قیاس کا رد قیاس سے بھی کیا ہے، کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جبری خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ جب جبری خرید و فروخت نہیں ہوتی تو پھر جبری طلاق کس طرح ہو جاتی ہے؟ (دیکھئے المحلیٰ ۳۳۲/۸ مسئلہ: ۱۴۰۶)

جبری طلاق کے سلسلے میں ایک اہم بات پیشِ خدمت ہے:

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' لا طلاق و لا عتاق فی اغلاق''

اغلاق (حالتِ جبر یا غصے) میں نہ طلاق ہوتی ہے اور نہ غلام آزاد ہوتا ہے۔

(سنن ابی داود: ۲۱۹۳ وسکت عنہ وصححہ الحاکم ۱۹۸/۲ ح ۲۸۰۲ علیٰ شرط مسلم فتعقبہ الذہبی)

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفہ (ص ۸۳)

اگر یہ روایت صحیح، حسن ہوتی تو اس سے دو مسئلے صاف طور پر ثابت ہو جاتے:

(۱) جبری طلاق نہیں ہوتی

(۲) غصے کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی۔

چونکہ ہم اصولِ حدیث، علمِ اسماء الرجال اور انصاف کے پابند ہیں، لہٰذا اس ضعیف روایت سے استدلال نہیں کرتے۔

خلاصۃ التحقیق: جبری طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ عمومِ قرآن اور اجماعِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے ثابت ہے اور اس سلسلے میں تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ بالکل غلط ہے۔

و ما علینا إلا البلاغ (۸/ اگست ۲۰۱۱ء)